یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون

رسالہ

انوار الصوفیہ

جلد ۱ بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۲ھ نمبر ۱

اگست ستمبر ۱۹۰۴ء

فہرست مضامین

انجمن خدام الصوفیہ

کی طرف سے

فیض عام پریس لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوا



تاجدار بہاولپور

پروفیسر محمد منشاد علی جماعتي رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز علی پور سیداں شریف

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1904 کو شروع کروایا تھا

رسالہ انوار الصوفیہ کی 1904 کی ابتدائی 12 جلدیں مہیا کرنے پر میں پروفیسر فاروق منشاد صاحب کا مشکور ہوں

نوٹ: یہ رسائل باباجی سرکار پروفیسر منشاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود پروفیسر فاروق صاحب کو دیے تھے، اور ان تمام رسائل کی سکینگ کا تمام کام پروفیسر فاروق صاحب نے کیا ہے،



پروفیسر فاروق منشاد جماعتي

جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

1 1904 Agust	5 1905 February	9 1905 June
2 1904 September	6 1905 March	10 1905 July
3 1904 October	7 1905 April	11 1905 Agust
4 1905 January	8 1905 May	



مقاصد و اغراض انجمن خدام الصوفیہ

(۱) اتحاد جمیع سلاسل صوفیہ مثلاً نقشبندیہ چشتیہ۔ قادریہ سہروردیہ وغیرہ

(۲) اشاعت علم تصوف۔

(۳) فراہمی کتب تصوف۔

(۴) اجراے رسالہ انوار الصوفیہ جسمیں صوفیاے کرام کا تذکرہ۔ اخلاق و آداب وغیرہ درج ہوں۔

نوٹ

ہر ایک قسم کی خط و کتابت متعلقہ انجمن خدام الصوفیہ یا رسالہ انوار الصوفیہ و ترسیل زر و منی آرڈر و تبادلہ اخبارات و رسالہ جات بنام حافظ ظفر علی ایڈیٹر رسالہ انوار الصوفیہ۔ مقام لاہور۔ لوہاری منڈی ہونی چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن خدام الصوفیہ کا پہلا سالانہ جلسہ

بتاریخ ۲ ماہ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۰۴ء یوم یکشنبہ مسجد شاہی لاہور میں یہ عظیم الشان جلسہ اس خوش اسلوبی اور خلوص نیت سے منعقد ہوا کہ اس کی کیفیت کا بیان انہیں مشتاق دلوں سے پوچھنا چاہئے جو دور دراز مسافت طے کر کے اسکی شمولیت کے لئے لاہور میں آئے تھے اور اپنے اپنے مدارج کے مطابق اس فیضان باطنی کے ذخار سمندر سے سیراب ہو رہے تھے۔ سچ ہے ؎

لذتِ بادۂ لعلش زمن مست مپرس ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

حق تو یہ ہے یہ جلسہ دیگر سوسائٹیوں یا انجمنوں کے جلسوں سے بالکل نرالا تھا۔ نہ تو اس میں کسی خاص دنیاوی ضرورت پر بحث تھی نہ کسی پولیٹیکل معاملہ سے سروکار تھا نہ خودنمائی منظور تھی نہ خودستائی پسند نہ چندہ جمع کرنے کی ضرورت تھی۔ اور نہ کسی کے ساتھ اظہار کدورت۔ یہ اللہ والوں کا جلسہ تھا یا مستانِ بادۂ معرفت کا حلقہ تھا۔ سبحان اللہ کیا عمدہ رنگ تھا۔ کہ طالبان صادق شیخ کے انوار باطنی سے نہال تھے اور مشتاقانِ جمال دولتِ دیدار سے مالا مال جسطرف دیکھو عجیب سماں تھا کوئی ذوق میں تھا کوئی شوق میں۔ کوئی عالم محویت میں ٹکٹکی باندھے شیخ کے روئے منور کو دیکھ رہا تھا۔ مختصر یہ کہ دل قابو سے باہر تھے۔ اور انوارِ الٰہی سب کے چہروں پر ظاہر۔

سب سے نرالی بات یہ تھی کہ انگریزی خوان گریجوائٹ یعنے بی۔ اے بھی تصوف کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اب اس کی وجہ یا تو کوئی ان بی۔ اے صوفیوں سے جا کر پوچھے یا خود شامل ہو کر دیکھ لیتا۔ ان کے مصداق کو یہ شعر تھا ؎

اندروں شو آشنا و زبروں بیگانہ وش
اینچنیں زیبا روش کم مے بود اندر جہاں

اس جلسہ میں کوئی تمیز جاہ و مرتبہ یا تونگری و غربت وضعداری یا سادگی کی نہ تھی سب بلا تکلف ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور مئے عشق الٰہی سے سرشار تھے ؎

بنازم بہ بزم محبت کہ آنجا گدائے بشاہے مقابل نشیند

سچ ہے ؎ مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے

جیسا کہ صوفیائے کرام کے سب کام نمائش سے مبرا ہوتے ہیں اسیطرح اس جلسہ کی اطلاع بھی ایک دو روز میں ہی سب مشتاقان جمال کو دیگئی تھی اور مختلف مقامات مثلاً رہتک جموں - سیالکوٹ جہلم فیروزپور - لائلپور - فریدکوٹ - قصور - سہارنپور - امرتسر - ریحیم پسرور وغیرہ کے تشنگان خنجر تسلیم کشاں کشاں صرف ایک دن کے واسطے کھچے چلے آئے تھے - بھلا کیوں نہ ہو یہ کوئی معمولی کشش نہ تھی جو انکو نہ کھینچ لاتی ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ۔ مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

سچ ہے ؎ من نہ باختیار خود میروم در قفائے او ۔ آں دو کمند عنبریں میبرد کشاں کشاں

یہ عشق کی کشش تھی اور اس کا اثر کوئی انہی سے پوچھے جو اس محبت کے بازار میں اپنا نقد دل بیچکر بندۂ بے دام ہو چکے ہوں ؎ عجب ایں قصۂ عشق است در دفتر نگنجد

اس جلسہ کے بانی مبانی جناب زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین پیر طریقت قبلہ و کعبہ سیدی و مولائی سیادت پناہ نجابت دستگاہ جناب حضرت حاجی حافظ سید **جماعت علی شاہ** صاحب دام اللہ فیوضہم علی العالمین تھے آپ نے بمشورہ جناب حافظ انور علی صاحب جج پنشنر رہتک مناسب خیال فرمایا کہ فی زماننا طالبان صادق کے طے منازل کی امداد کے لئے اس قسم کی مجلس کا قائم ہونا ضروری ہے جس میں کہ سب یار جمع ہو کر ان فیوض باطنی سے حصہ لیں جکا مختصر کرشمہ اس پہلے جلسہ کے حاضرین کو نمایاں ہو چکا ہے اور جس کے اغراض یہ ہوں

سلاسل صوفیہ مثلاً نقشبندیہ - چشتیہ - قادریہ - سہروردیہ وغیرہ -

(۲) اشاعت علم تصوف۔

(۳) فراہمی کتب تصوف۔

(۴) اجرائے رسالہ انوار الصوفیہ جسمیں صوفیا کرام کا تذکرہ اخلاق و آداب وغیرہ درج ہوں چنانچہ یہ جلسہ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ مسجد شاہی لاہور میں منعقد ہوا جسمیں اگرچہ یہ پہلی دفعہ تھی مگر پھر بھی احباب کا ایک کثیر مجمع تھا۔ ان حضرات میں سے بعض کے اسماء گرامی بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو اس مبارک مجلس کی ظاہری عظمت کا کسی قدر نقشہ معلوم ہو جائے

جناب حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی۔ علیپوری۔

حضرت میر لطف اللہ صاحب ابن حضرت غوث زمان قطب دوراں حضرت سید امام علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز ساکن مکان شریف والا۔

صوفی حافظ انور علی صاحب نقشبندی مجددی۔

شمس العلماء مولوی مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی

مولوی اصغر علی صاحب روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

حضرت امیر بخش صاحب۔ لاہور نقشبندی مجددی

مولوی غلام احمد صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ

مولوی احمد علی صاحب چشتی مدرس مدرسہ اسلامیہ لاہور

مولوی نور الحسن صاحب سیالکوٹی نقشبندی مجددی

مولوی نبی بخش صاحب مصنف تفسیر نبوی

سائیں غلام نبی صاحب بیلہ والہ قادری

مولوی محمد ابراہیم صاحب مدرس

سائیں نبی بخش صاحب امرتسری نقشبندی

مولوی محمد دین صاحب قصوری ״

شیخ مہر الٰہی صاحب بی۔ اے نقشبندی مجددی

مولوی محمد شفیق صاحب امام مسجد شاہی لاہور

مولوی نور احمد صاحب امرتسری

مولوی تاج الدین صاحب سکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور چشتی

مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی لاہوری چشتی شمسی نقشبندی مجددی

مولوی محمد حسین صاحب بی اے کلرک اوفیکوٹ ٹرینک

مولوی حیدر علی شاہ صاحب

مولوی محمد ایوب صاحب جموں نقشبندی مجددی

حافظ ظفر علی صاحب پسروری ״ ״

قاضی حسن دین صاحب ״ ״

حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب ثانی نقشبندی مجددی

مولوی محمد عظیم صاحب مدرس نقشبندی مجددی

مولوی محمد محی الدین صاحب امرتسری چشتی

مولوی ابراہیم صاحب ثانی۔

شیخ ظہور الٰہی صاحب۔ ایف۔ اے سیالکوٹ

اگرچہ جلسہ کا وقت دس بجے مقرر تھا مگر بعض دیگر مقامات کے احباب کا انتظار کر کے بعد تناول طعام قریباً ۱۲ بجے جلسہ شروع ہوا سب سے اول مولوی ابراہیم صاحب نے قرأت کے ساتھ قرآن شریف پڑھ کر جلسہ کا افتتاح کیا۔ بعد میں بعض احباب نے نعت خوانی کی اس کے بعد جناب شمس العلماء مولوی مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نے افتتاحی تقریر میں اس جلسہ کی ضرورت پر مختصر تقریر فرمائی جس کے بعد جناب حافظ انور علی صاحب نے ایک مدلل بکر ور دانگیز لہجہ میں جو صوفیائے کرام کا خاصہ ہوتا ہے اس افتتاحی جلسہ کی مبارک سب احباب کو دی اور اس کی ضرورت اغراض و قواعد کا مختصر تذکرہ فرمایا اس کے بعد جناب حافظ صاحب ممدوح نے جو کمال جانفشانی سے تیس سال محنت شاقہ کے بعد عصر کا وقت بتلانے والی عصر گھڑیاں ایجاد فرمائی ہیں اور جو مسجد کے حوض پر دھوپ میں رکھی ہوئی تھیں اُنکا معائنہ احباب نے کیا اور حافظ صاحب کی عقل خداداد پر حیران ہو کر خدا تعالےٰ سے اُن کی صحت و درازیٔ عمر کی دعا مانگی۔ اب چونکہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا تھا اسلئے پہلے نماز ظہر ادا کی گئی۔ اور پھر مولوی محمد حسین صاحب بی اے کلرک اوف دیکورٹ رہتک نے ایک برجستہ صوفیانہ تقریر میں عمل کرنے کی طرف نصاب کی توجہ دلائی۔ ان کے بعد مولوی محمد ذاکر صاحب نے مختصر تقریر میں فوائد مطالعہ کتب صوفیہ و محبت شیخ کی ضرورت ثابت کی اس کے بعد پھر حافظ انور علی صاحب نے دوسرا مضمون **صوفی و تصوف** کس کو کہتے ہیں بیان فرمایا۔ نماز عصر کے بعد جناب حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب روحی فداہ نے اپنی پُر اثر تقریر میں حقیقت تصوف و ضرورتِ مرشد پر مدلل اور محققانہ بحث فرمائی اور بھری مجلس میں جس میں کہ اکثر انگریزی خوان نوجوان ہی شامل تھے پورے طور سے ضرورت شیخ کو ثابت کر دیا۔ آپ کی تقریر سے جو اثر دلوں پر ہُوا وُہ بیان نہیں ہوسکتا۔ اس کی کیفیت سامعین ہی جانتے ہیں۔ ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

پھر نماز شام کے بعد مولوی محمد محی الدین صاحب جہلم بالفعل مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر نے مختصر وعظ ضرورت تصوف و نماز کے بارہ میں فرما کر دعا پر جلسہ کا خاتمہ کیا ہے کہ یہ جلسہ مبارک ہر سال ہُوا کریگا اور مشتاقانِ جمال و تشنگان دیدار کو سال کے بعد ملاقات کا موقعہ ملا کریگا۔ چونکہ اس جلسہ کے تمام مضامین کے شائع کرنے کی اس جگہ

گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے اس پہلے رسالہ میں چند مضامین جو موصول ہوئے ہیں ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ باقی مضامین انشاءاللہ دوسرے رسالوں میں شائع ہونگے۔

راقم میر حبیب اللہ امرتسری

تقریر نمبر اوّل جناب حافظ انور علی صاحب رہتکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ امّا بعد ایہا الاحباب آج بڑی خوشی کا دن ہے کہ مجلس خدام الصوفیہ کا یہ جلسہ ہے جس قدر صاحبان یہاں آئے ہیں وہ خلوص نیت اور صدق محبت خالصاً للہ سے تشریف لائے ہیں۔ جو کچھ جہان میں ہے وہ صدق محبت ہے اور جو کچھ اعمال میں رنگ لاتی ہے وہ خلوص نیت ہی ہے۔ ان طالبان حق اور مشتاقان جمال مطلق کے دلوں میں محبت الٰہی نے جوش مارا ہے عشق حقیقی نے اپنا جلوہ دکھایا ہے جو یہ صوفیائے کرام عاشقان الٰہی مستغرقان جمال نامتناہی کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے ہیں۔ دل و جان سے اس خدمت کے بجا لانے کا ارادہ کیا ہے یہ امر بھی منجانب اللہ ہے۔ اور اسی کا فضل ان کے دلوں پر جلوہ نما ہے

تا بر اہل طلب خدائے مجید ۔۔۔ منجلی نہ شد با ہم مرید
بارادت کسے نہ شد معروف ۔۔۔ بہ محبت کسے نہ شد موصوف

ان طالبان حق کا وہ رتبہ ہے کہ اگر ان کے قدموں کے نیچے آنکھیں بچھائی جائیں تو بجا ہے اور ان کی محبت کا نقش دل پر کھینچیں تو زیبا ہے۔ بیشک عاشقان کامل کا اعلیٰ مرتبہ ہے مگر کاملوں کے دلوں سے پوچھے انکے نزدیک طالبان صادق کا بھی بڑا رتبہ ہے۔ طالبان صادق پر ہی یہ صادق آتا ہے۔ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" خدمت کیسی دل و جان سے جسمیں رسم و ریا کا نام نہو۔ اپنے مخدوم کے ارشاد کی تعمیل میں اس کے اقوال کی پیروی میں سر مو تفاوت نہ ہو۔ پوری پوری مشابہت ہو واہ کیا بات ہے

ایسے طالبان صادق اور مشتاقان عاشق کہاں ملتے ہیں۔ کسی نے ایک بزرگ کو لکھا کہ کہیں کوئی بزرگ کامل ہو تو بتایئے۔ انہوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ بزرگ کامل

تو میں بہت بتا دونگا کہ کس طالب صادق ہو تو بتایئے۔ اِن طالبانِ صادق کی باغ باڑی اب آنکھوں کے سامنے ہے ان کی خوشبو سے دل و دماغ مہک رہا ہے بلبلِ جان چہک رہا ہے اللّٰھم یارِ لِکُ علیھم یہ باغ باڑی کس کی ہے اور اس کا باغبان اور چمن بند کون ہے یہ باغ باڑی باغبانِ محبتِ الٰہی چمن بندِ عشقِ نامتناہی قدوۃ الکاملین زبدۃ العارفین حضرت شاہ **جماعت علی شاہ** نقشبندی علیپوری ادام اللہ ظلہم علی فرق المسترشدین کی ہے جس کی ذاتِ اقدس اور دلِ پاک کی برکت اور توجہ قلبی اور عنایت دلی سے یہ پھول کھلے ہیں۔ ہزار طالبانِ حق پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ کی محبت اور طلبِ حق میں جی جان قربان کرتے ہیں اور سوائے طلبِ حق اور عشقِ جمالِ مطلق کے کوئی غرض دنیاوی نہیں رکھتے۔ اور سب سے بڑی خوشی کی یہ بات ہے کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر ان کی نظرِ عنایت سے بہت گریجوئیٹ صاحبان یعنی بی۔ اے صاحبان داخل سلسلہ ہو کر مستفیض ہوئے ہیں جن کے نام نامی اور اسمائے گرامی یہ ہیں :-

مولوی محمد حسین صاحب بی۔ اے قصوری کلرک رننگ
چوہدری جلال الدین صاحب انسپکٹر ڈاکخانہ نجات کوہاٹ
شیخ عطاء اللہ صاحب بی۔ اے انسپکٹر ڈاکخانہ نجات کانگڑہ
مولوی قائم الدین صاحب بی۔ اے مرحوم
چوہدری غلام احمد خاں صاحب بی۔ اے
چوہدری محمد خاں صاحب بی۔ اے متعلم ایم۔ اے کلاس
چودھری محمد شفیع صاحب بی۔ اے کلرک آفیشل کورٹ بہاولپور
شیخ اللہ رکھا صاحب بی۔ اے متعلم ٹریننگ کالج لاہور
مولوی محمد شفیع صاحب بی۔ اے نائب تحصیلدار خانقاہ ڈوگراں
ماسٹر محمد گوہر صاحب بی۔ اے۔
مولوی کرم الٰہی صاحب بی۔ اے مختار عدالت سیالکوٹ

شیخ علی محمد صاحب بی۔ اے منصف میانوالی۔
مولوی خورشید احمد صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر ڈیرہ غازیخاں۔
مولوی علی محمد صاحب بی۔ اے ماسٹر شہر بنوں۔
خان محمد خاں صاحب بی۔ اے امیدوار تحصیلدار راولپنڈی
منشی مولا بخش صاحب بی۔ اے منصف
حافظ فیروز الدین صاحب بی۔ اے انسپکٹر مدارس پھلور۔
مولوی عبدالرحمٰن صاحب بی اے۔ ماسٹر اسلامیہ کالج لاہور
شیخ شاہنواز خاں صاحب بی۔ اے نائب تحصیلدار راولپنڈی
چوہدری نور عالم صاحب بی۔ اے ہیڈ کلرک جہلم۔
مولوی برکت علی صاحب بی۔ اے سیالکوٹ۔
قاضی سید سعادت علی شاہ صاحب بی۔ اے مختار لاہور۔

غلام محی الدین صاحب بی۔ اے وکیل امرتسر	غلام محی الدین صاحب بی۔ اے امرتسر۔
برکت علی صاحب بی۔ اے سیال کوٹ	عطا محمد صاحب بی۔ اے سیال کوٹ۔

ہندوستان میں ہزارہا مسلمانوں کی دُعا تھی کہ ہم میں ایسا کوئی عالم و فاضل انگریزی کا بھی پیدا ہو جو محبتِ الٰہی میں چُور اور عقائدِ صحیحہ اور اعمال شرعیہ سے پُرنُور ہوتا کہ اُس سے بلحاظ زمانہ حال محمڈن الکٹرلیسٹی (برق محمدی) کی روشنی ایک جہاں میں پہنچی۔ اگر مجلس ندوۃ العلما قائم ہوئی تو اسی کے لئے اور انجمن ہائے اسلامیہ قائم ہوئیں تو اسی کے لئے۔ الحمدللہ کہ اس میں حضرت شاہ جماعت علی صاحب بازی لیگئے۔ اُن کی توجہّ باطنی رنگ لائی۔ پنجاب پر رحمت الٰہی ہوئی ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ؕ ۝

مُفت کی پیتے تھے مے اور ہم سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دِن

اِس فضل الٰہی نے جو پنجاب میں باغ لگایا اور گُلاب کے پھُول کھلائے جنکی خوشبُو دور دور پہنچ رہی ہے انکو اب دیکھ لیجئے۔ اِنکی صُورت کو نہ دیکھئے۔ ان کے دِلوں کو دیکھئے جن میں توجہّ باطنی حضرت مُرشد حضرت ہادی نے محبتِ الٰہی و برق محمدی کُوٹ کُوٹ کر بھری ہے جس سے عالم پُرنُور ہے اور جہاں معمُور ہے۔ رحمتِ الٰہی پاس کھڑی بلائیں لے رہی ہے اور تجلّی حق دُعائیں دے رہی ہے شائد کوئی صاحب اِس کو سُن کر یہ فرمائیں کہ خُوب خوشامد میں بے پر کی اُڑائی اور بے چھنی پی۔ استغفار!! یہ خوشامد نہیں ہے اظہار حال واقعی ہے۔ وُہ صاحب میری آنکھوں میں آجائیں اور حجلۂ دل میں بیٹھ کر تماشا دیکھیں۔ آہا ہا کیا جلوہ ہو رہا ہے اور محمڈن الکٹرک لائٹ و روشنی برقی اسلامیہ کیا روشن ہو رہی ہے۔ ایک طالب حق کے دل میں سے برق محمدی دُوسرے طالبِ حق کے دِل میں جاتی ہے اور اپنی طاقت اور روشنی میں دو چند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح طالبوں کے دِلوں میں طاقت اور روشنی اُس کی بڑھتی ہُوئی مُرشد کی برق محمدی کی روشنی سے جس سے وُہ پیدا ہوئی تھی بلکہ ایک عالم کو روشن کر رہی ہے۔ کونسا عالم جو باطن کا ہے۔ اس روشنی کے دیکھنے کو آنکھیں چاہئیں ۝ گلشن راز

خرد دانیست تاب نورِ آں رُو　　　برو از بہرِ او چشمے دِگر جو

یہ آنکھیں کہاں سے ملیں گی؟ محبتِ مُرشد اور عشقِ الٰہی سے۔ مگر یہ دولت یہ نعمت ہر ایک کو نہیں ملتی کسی خوش نصیب ازلی کو مِلتی ہے اس کی ترکیب بتائیں؟ یہ ہے ؂ رشحات

با عاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزیں　　　با ہر کہ نیست عاشق با او مشو قریں

عاشقوں کی سوسائٹی میں رہیئے اور اس میکدہ سے شرابِ محبتِ الٰہی کو نوش فرمائیے اور یُوں کہئے ؂ جامی رحمۃ

از مدرسہ بکعبہ روم یا بمیکدہ　　　اے پیرِ رہ بگو کہ طریقِ صواب چیست

جامی چہ لاف میزنی از پاکدامنی　　　بر خرقۂ تو ایں ہمہ داغِ شراب چیست

یہ خرقہ کونسا؟ اجی وہی جس کی بابت حضرت عاشقِ الٰہی غرقِ محبتِ ناپتناہی لسان الغیب عاشقوں کی جان حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

ایں خرقہ کہ میدارم در رہنِ شراب اولیٰ　　　ایں دفترِ بےمعنی غرقِ مئے ناب اولیٰ

یہ دفترِ بے معنی کونسا؟ وہی نری باتیں ہی باتیں بنانا عاشقانِ الٰہی کی صُحبت اور سوسائٹی میں نہ جانا۔ اور اِس میکدہ سے شرابِ محبتِ حقیقی کا مزہ نہ چکھنا ؏ ذوقِ ایں مئے نا شناسی بخدا تا نہ چشی۔ اِس مے کو چکھئے چکھئے۔ اور عاشقانِ الٰہی کی سوسائٹی میں آئیے اور اُن کی صحبتِ پاک کے اثر سے اس دفترِ بے معنی اسم و رسم کو مٹائیے اور بیہودہ رسموں کو چھوڑ کر عاشقانِ حقیقی کی سوسائٹی میں شامل ہونے اور اس سے فیض پانے کی رسم کو بڑھائیے یہی رسم کسی وقت حقیقت ہو جائیگی۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھا فرمایا ہے ؂

میکنی جامی گُم اندر عشق اسم و رسم خویش　　　آفریں باد ابریں رسمے کہ پیدا کردہٗ

عاشقانِ حقیقی کی سوسائٹی کی کیا تعریف ہو ایسی سوسائٹی میں سراسر خیر و برکات اثر و تاثیرات ہیں اور کیونکر نہ ہوں یہ سوسائٹی بھی تو اُن کی ہی ہے جو عاشقانِ حقیقی مقتولانِ تجلّیِ الٰہی ہیں جو صاحب سعید ازلی باستعداد کامل اس سوسائٹی میں آتے ہیں خالی نہیں جاتے پہلی ہی صحبت میں کچھ نہ کچھ اثر لیجاتی ہیں گو اُنکو معلوم نہ ہو اگر وُہ اس سوسائٹی میں شامل ہوتے رہیں تو کچھ عرصہ میں اعلےٰ قدر استعداد خود معلوم ہو جائے کہ کیا رنگ اُنپر چڑھا اور کس قدر وُہ۔

الیکٹری فائڈ رنگھرب اہوئی یہ موسائٹی عاشقانِ الٰہی کی پو'ل مینگنٹ ڈطاقتور مقناطیس ہے
فرض کیجئے کہ ایک طالب صادق اِس سوسائٹی میں شامل ہونیوالا اوراس مقناطیس کی حدِ تاثیر
میں آنیوالا ایک باطنی مناسبت اُس سے رکھتا ہے جس مُناسبت باطنی کو ہم اصطلاحاً استعداد
نسبت آہنی کہیں تو ظاہر ہے کہ مقناطیس موسائٹی عاشقان الٰہی کا اُس طالب کے باطن اور
قلب کو کھینچے گا اور آپنا اثر اُس میں پُہنچائیگا یا یُوں سمجھئے کہ تاثیر اِس سوسائٹی کی ایک الیکٹری سی ٹی زبجلی ہے جس طالب صادق کی استعداد و قابلیت باطنی نسبت آہنی ہے
وہ آپنے اثر سے اُسکو مقناطیس بنا دیتی ہے فرض کیجئے کہ اِس استعداد اور نسبت کے بھی
درجے ہیں کیونکہ جیسے صُورتِ ظاہری ہر انسان کی الگ ہے ایک کی دُوسرے سے نہیں ملتی
ایسی ہی استعداد اور قابلیت باطنی اور قلبی ہر شخص کی بھی الگ ہے دوسرے سے نہیں ملتی
اگر وہ استعداد باطنی وقلبی بصفت آہن خام ہے یعنی اِس درجہ کی گھٹیا ہے کہ اسپر خام کا
اطلاق ہوتا ہے تو اُس میں وہ اثر اُس مقناطیس یا الیکٹری سی ٹی زبجلی کا یعنی موسائٹی
اور صحبتِ عاشقانِ الٰہی کا اُسی وقت تک رہتا ہے جب تک وُہ اُس کی صُحبت اور اثر میں
رہی اور اگر وہ استعداد باطنی وقلبی بصفت آہن پُختہ ہے اور وہ پکّا لوہا اسپات وغیرہ قُدرتاً
ہی یا مجاہدہ وریاضت سے یہ صفت اُس کے باطن کو حاصل ہو گئی ہے جیسی کچّے لوہے
کو آگ میں ڈالنے سے اور اُس کو آب اور تاؤ دینے سے صفت پختگی کی اسمیں حاصل ہوجاتی
ہے اور وہ پُختہ ہو جاتا ہے تو اُس میں جس وقت ایک چارج واثر اُس مقناطیس اور
الیکٹریسی ٹی زبجلی موسائٹی عاشقان الٰہی کا اُنکی صحبت میں اور حد اثر میں آنے سے
پُہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے اور پھر اُس مقناطیس و برق موسائٹی عاشقان الٰہی کی صُحبت
ظاہری اور مقامی سے دُور ہونے میں بھی وہ مقناطیسیت اور تاثیر بجلی کی قائم رہتی ہے

۵ آہن کہ بپارس آشنا شد		فے الحال بصورت طلا شد

اور پھر وہ قوت پاکر دوسری آہنی نسبتوں کی استعداد ہائے باطنی کو آپنی طرف کھینچتی ہے اور انہیں
آپنا اثر پہنچاتی ہے اور وہ مقناطیسیت اور تار برقی قائم مقام اور خلیفہ اُس مقناطیس اور برقی کی

ہو جاتی ہے جس سے وہ پیدا ہوئی تھی یہ حال طالبوں کے دل سے پوچھئے جنپر یہ واقعات روز و شب گذرتے ہیں اور اگرچہ یہ مثال نسبت آہنی کی محض سمجھانے کے لئے ہے مگر جنپر یہ واقعات گذرتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اسمیں کچھ حقیقت بھی ہے اور یہ مثال اُس باطنی کیفیت اور نسبت کے سمجھنے کے لئے بہت قریب الفہم ہے۔ شیخ اکبر محی الدین عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فَالکُلُّ عِبَارَۃٌ وَاَنْتَ المَعْنٰی یَا مَنْ ہُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِیْسُ۔ اور جن صاحبوں کی استعداد و اہلیت باطنی قدرتاً یا عارضتاً اِس مقناطیس و برق موسائٹی عاشقان الٰہی سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی ہے۔ فرض کیجئے نسبت آہنی نہیں رکھتی یا اور کوئی نسبت نہیں رکھتے جس میں مقناطیسیت یا الکٹریسٹی آئی اور اپنا اثر دکھائے تو اُنمیں مقناطیسیت اور برقِ موسائٹی عاشقان الٰہی کی نہیں آتی اور کچھ اثر اپنا اُنکو نہیں دکھاتی مگر اپنے باطن کی استعداد کی نسبت کسی کو ظاہراً معلوم نہیں ہوتی ہے کہ کیسی ہے اسلئے ضرور ہوا کہ ہر طالب حق اِس موسائٹی عاشقان الٰہی میں آئے اور پھر دیکھے کہ اُسپر اثر اُسکا پڑتا ہے یا نہیں پہلے ہی سے آپنے تئیں ناقص الاستعداد اور آپنے باطن کو کوئی اثر قبول نہ کرنے والا سمجھے۔ مومن خاں دہلوی

کیوں پہلے ہی درمان سے یقین بے اثری ہے   آپنے سے تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہے

اثر کی شناخت طالب مبتدی کو اکثر نہیں ہوتی۔ اُس کے آثار مختلف قسم کے ہیں اور یہ طالب مبتدی اُنسے ناواقف اسکی مثال ایسی ہے جیسے بجلی کی۔ کہیں وہ آگ لگاتی ہے کہیں روشن ہو جاتی ہے کہیں مقناطیس بناتی ہے علےٰ ہذا اُس کے اور آثار ہیں اُس کے اُن آثاروں میں سے اگر ایک اثر کا بھی کہیں ظہور ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ بجلی اس میں آ گئی۔ اسیطرح برق محمدی کے آثار ہیں (۱) جیسے اللہ کے نام میں لذت اور حلاوت کا آنا (۲) دل کا نیک کام کو چاہنا (۳) برے کام سے بچنا (۴) آپنے مرشد سے محبت کا بڑھنا (۵) اچھی خوابوں کا نظر آنا (۶) مخلوق الٰہی سے نفرت کا اٹھ جانا (۷) پیارے کی صنعت پیاری لگنا وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اُنکو طالبانِ اللہ اور سالکانِ آگاہ خوب جانتے ہیں جنپر یہ کیفیات گذرتی ہیں اور جو مرشد کامل ہیں وہ ان کیفیات کو طالبان حق کو اُنکے عرض حال پر بتاتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک کیفیت بھی کسی طالب کے باطن

پرواردہوئی تو اثر اس مقناطیس و برق موسائٹی عاشقان الٰہی کا ظاہر ہُوا۔ اگر وہ صحبت قائم رہی تو وہ اثر قوت پکڑ گیا اور آثار اپنے دکھانے لگا۔ جب میں حضرت شیخ المشائخ زبدۃ الکملا قدوۃ الاولیا حضرت حاجی محمود صاحب نقشبندی جالندھری قدس اللہ سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا تو وہاں اکثر یہ آثار دیکھے گئے کہ کسی طالب حق کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جہاں لطائف خمسہ میں سے کسی لطیفہ پر حضرت نے اپنی انگشت مبارک رکھکر توجہ دی تھی وہاں گویا آگ کی ایک چنگاری رکھی ہوئی ہے۔

کسی طالب حق کے باطن میں ویسے ہی انوار پیدا ہو جاتے تھے جیسے حضرت ہر لطیفہ کے اپنی زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ کسی طالب حق کا قلب جاری ہو جاتا تھا اور بلا ارادہ طالب کے قلب اُسکا ذکر اللہ اللہ کا کرنے لگتا تھا اور اُس طالب کو اور پاس بیٹھنے والے کو وہ محسوس ہوتا تھا۔ کسی طالب حق کو حضرت کی توجہ میں بیٹھتے ہی نیند آنے لگتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ سوگیا حالانکہ وہ نیند نہیں ہوتی تھی ایک کیفیت باطنی عشق الٰہی برقِ محمدی کی ہوتی تھی۔ کسی طالب حق کو توجہ میں بیٹھتے ہی غیبت شروع ہو جاتی تھی۔ یہ ایک کیفیت باطنی ہے جسکو طالبان حق خوب جانتے ہیں جنپر یہ گذری ہے کسی طالب حق کو حضرت کی توجہ میں بیٹھتے ہی سیر باطنی شروع ہو جاتے تھے۔ اور آپنے باطن میں طرح طرح کے عجائبات دیکھتا تھا۔ کسی طالب حق کے جسم میں حرکت دوری وغیرہ پیدا ہو جاتی تھی اور کوئی چیخیں مارتا تھا۔ اور کسی پیران میں سے ایک کیفیت بھی پیدا نہیں ہوتی تھی۔ مگر حضرت کی محبت اسکو بڑھتی جاتی تھی اور وقت معینہ پر وہ خود کھچا چلا آتا تھا۔ اور جی اُسکا حضرت کے پاس سے اُٹھنے کو نہیں چاہتا تھا اُس سے حضرت بھی اُلفت زیادہ رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے اِس کی نسبت خاکی ہے اور جنکو کچھ تماشے نظر آتے تھے اُنکی نسبت آتشی یا ہوائی یا آبی علیٰ قدر حال خود ہے۔ خاک کو سب پر رتبہ ہے اِس کے مرتبہ کو دوسرے نہیں پہنچتے۔ یہ نسبت بیخودی اور بیرنگی کی ہے رنگ پر بیرنگی بڑا مرتبہ رکھتی ہے رنگ کی جان بیرنگی ہی ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی طالب حق کو اِس سوسائٹی

اور صحبتِ عاشقان الٰہی میں کوئی کیفیت باطنی یا ظاہری معلوم نہ ہو تو یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ناقص الاستعداد ہے اور کچھ فائدہ اُس کو اس سوسائٹی اور صحبتِ عاشق الٰہی سے نہیں ہوا۔ شائد وہ نسبت بیرنگی ہی رکھتا ہو اور آثار باطنی اُس پر وارد ہوئے ہوں جنکی اُسکو تمیز نہ ہو اور مرشد اُس کا جو عاشق الٰہی ہے وہ اُس کو بتائے کیونکہ عاشقان الٰہی کی صحبت ایسی ہے کہ سوائے شقی ازلی کے اور کوئی اُنکے اثر سے خالی نہیں رہتا۔ ھُم قوم لا یشقی جلیسھم یہی ایسی قوم ہے کہ اُنکا ہمصحبت کبھی شقی نہیں ہوتا مقبول ہی ہوتا ہے۔ من احب قوما فھو منھم جس قوم سے کوئی محبت کرتا ہے وہ اُنہیں میں سے ہے کیسا اکھیل محبت پر ہے

ایھا الاحباب! یہ بات آپ پر واضح رہے کہ جو عاشقان الٰہی کاملان زمان زندہ بحیات ظاہری ہیں اُنکی صحبت اور سوسائٹی تو ایک بڑی طاقتور بجلی ہے۔ خوش نصیب اُنکے جنکو اس سوسائٹی میں حاضر ہونے اور اُسمیں رہنے اور فیضیاب ہونیکا شرف حاصل ہے۔ مگر جس کو یہ دولت نصیب نہ ہو اُسکو اگر عاشقان الٰہی اور کاملان سابق زندہ بحیات ابدی کی کلام پاک اور اُنکی فیض روحانی کی سوسائٹی بھی نصیب ہو تو بھی بہت غنیمت ہے اور بڑی دولت ہے۔ اور بڑی خوش قسمتی ہے۔ کیونکہ یہ صاحبان بھی مقتولان تیغ عشق الٰہی اور بسملان خنجر محبتِ نامتناہی ہیں۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولکن لا تشعرون ان عاشقوں کو ان مقتولوں کو ان محبوبوں کو مردہ نہ سمجھے جو راہ حق میں قتل ہوئے ہیں سب سے بڑا راہ حق وصول الی اللہ کا عشق ہے۔ من عشق وعف وکتم فمات مات شھیدا ہاں عوام کو ان کی زندگی معلوم نہیں ہوتی خواص کو اور اُن کو اچھی طرح معلوم ہوتی ہے جنپر اُنکی عنایت اور شفقت ہے اُنپر ہی علے قدر حال ظہور و فیضان اُن کا ہوتا ہے۔ اُن کے کلام کے ساتھ روح اُن کی موجود ہوتی ہے کیونکہ اُن کی روح پاک مطلق ہوتی ہے مثل روح ناقص کے مقید نہیں ہوتی۔ اطلاق اُسکا ایسا ہے جیسا الکٹریسیٹی (بجلی) کا اطلاق ٹیلیگراف (تار برقی) کی ہر آفس (دفتر) میں جہاں چھیڑو وہاں موجود۔ مسافت و فاصلۂ مکان ندارد۔ مگر ہاں اُسکے ظہور اور اُس کی بات کو ٹیلیگراف کلرک (محرر تار برقی) ہی سمجھتا ہے۔

اور کوئی نہیں سمجھتا۔ ایسے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر اُنپر زندہ جاوید صاحبوں کی زندگی اُن کی کلام پاک کا اثر ہوتا ہے۔ جو اِن سے سچی محبت اور اُن کی کلام مُقدس کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ پھر یہ بات آپ کو معلوم رہے کہ اِن زندہ بحیات ابدی صاحبوں کی اور زندہ بحیات ظاہری صاحبوں کی ایک ہی سوسائٹی ہے۔ اور یہ سب عاشقان الٰہی ایک ہی ہیں۔ اُن میں ایک ہی کیفیت اور حقیقت کا اثر ہے جب عاشقانِ الٰہی زندہ بحیات ظاہری کی صحبتِ اقدس میں طالبان حق حاضر ہوتے ہیں اور اپنے قلب کو خیالات دُنیاوی سے خالی کر کر انکے قلب پُر نور سے ملاتے ہیں تو فیضان و اثر عاشق الٰہی زندہ بحیات ظاہری کا اور عاشقِ الٰہی زندہ بحیات ابدی کا دونوں پاتے ہیں کیونکہ جبکہ طالب حق کا قلب آپنے مرشد زندہ بحیات ظاہری کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو مُرشد کا قلب آپنے مُرشدوں کی طرف جو زندہ بحیات ابدی ہیں متوجہ ہوتا ہے۔ اور اس کُن تک شن رار اور انتصال ہے سب کا فیض اور اثر عشق الٰہی کامل کر ایک ہو کر اثر اپنا دکھاتا ہے وحدت کے اسرار و نکات بتاتا ہے۔ کہ ؎

قد تجلّی العشق فی کلّ المجالی فانظروا	از پسِ ہر ذرہ تاباں گشت مہر روئے او
فی مرایا کلّ عینٍ قد رأینا عینہٗ	فانمحوا علینا کم حتّی تروا ما تبتغوا

اے ہمارے احباب! اب سوال یہ ہے کہ اس انجمن خُدام الصُّوفیہ کی خدمت کیا ہے اور کیا کیا خدمات یہ کرتی رہی ہے۔ اس انجمن کا نام محمدن صوفی ازم سوسائٹی تھا۔ اب اُسی کا نام انجمن خُدّام الصُّوفیہ ہے۔ پہلے جو ترجمے اور رسائل علم التصوف کے محمدن صوفی ازم سوسائٹی کیطرف سے شائع ہوتے رہے ہیں اُنکو اکثر صاحبان جانتے ہیں جیسے قانون عشق شرح کا فیہا سے بلّھے شاہ صاحب قصوری رح۔ قوانین توحید نمبر اول لغایت پنجم۔ قانون سلوک۔ قانون معرفت کلید گیان لہر۔ لکچر امام غزالی۔ لکچرز محمدن صوفی ازم فلاسفی۔ نوحۂ قالی۔ شکوۂ حالی۔ مکتوبات حضرت غوث الاعظم وغیرہ ہیں۔ اب بھی اس انجمن کی خدمت یہی ہے کہ کتب علم تصوف کو شائع کرے۔ اور انوار اور برکات صوفیہ کرام کے اُنسے حاصل کرے اور جنکو صوفیہ کرام سے سچی محبت ہے اُنکو کلام پاک صوفیہ کرام سے فائدہ پہنچائے۔ پہلے اس انجمن میں

میں تعداد کم تھی۔ مگر جب سے اس انجمن کی سرپرستی اور پریزیڈنٹی حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی علیپوری دام ظلہم نے منظور فرمائی ہے اور اس طرف توجہ دلی کی ہے دیکھ لیجئے کیسی رونق ہے۔ اُمید ہے کہ بسرپرستی حضرت شاہ صاحب ممدوح یہ انجمن بڑی ترقی کریگی۔ عمدہ عمدہ اصل کتابیں علم تصوف کی چھپوائیگی۔ اُنکے ترجمے کرائیگی۔ طالبانِ حق کو جو بمقدور ہیں مُفت اور جو بامقدور ہیں قیمتاً پہنچائیگی اس انجمن کا رسالہ موسوم بہ انوار صوفیہ بھی ہوگا جس میں تذکرۂ صوفیہ اخلاق صوفیہ۔ آداب صوفیہ معقول صوفیہ وغیرہ کے مضامین اور کتب تصوف کی اشاعت انشاءاللہ ہوا کریگی۔ اس انجمن میں وہی شامل ہوگا جس کو حضرت شاہ صاحب ممدوح منظور فرمائیں گے۔ اور اسی انجمن میں سے لائق شخص کو مترجم اور مضمون نویس تصوف بھی حضرت شاہ صاحب ہی مقرر کیا کرینگے۔ اور اُن کے دستور العمل بھی تجویز فرمائیں پہلے وُہ ترجمے اور مضامین حضرت شاہ صاحب کی خدمت بابرکت میں آئیں گے۔ بعد ملاحظہ شاہ صاحب کے بصورت درست ہونے کے چھاپے جائیں گے۔ اُمید ہے کہ شاہ صاحب کی توجہ سے اس انجمن میں ایک لائبریری کُتب تصوف کی ایسی قائم ہو جائیگی جس سے طالبانِ حق کو بڑا فائدہ پہنچیگا۔ شرح لوایح جامی اور دو حصہ اول قواعد طریقت پیش کرتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف آخر میں اب اس کو دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس انجمن کو اپنی خدمات میں کامیاب کرے اور اس کی مُراد پوری ہو۔ آمین۔ انور علی۔

مضمون مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی

الحمد للہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل له ومن یضلله فلا ھادی له ونشھد ان سیدنا محمداً عبدہ ورسوله امّا بعد فخیر الھدی ھدی محمد علیه الصلوٰۃ والسلام وخیر الحدیث کلام اللہ العزیز العلام۔ قال سبحانه ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاته ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمة

یہ مبارک جلسہ ایسے پاک لوگوں کی جماعت کا ہے جنکے اقوال وا سر پاک ہوتے ہیں اور انکی ہر روش میں سادگی اور حقانیت کی چمک گمگشتہ کو شاہ راہ ہدایت پر لاتی ہے۔ لہٰذا میں اسوقت بلا تکلف بے ربط تقریر میں انہیں چند سے بیان سے مطلب ظاہر کرتا ہوں جو اس مجلس میں بہ برکت حضار مجلس میرے دل پر وارد ہوئے۔ اور باعث ذوق قلب اور راحت رُوح ہوئے۔

آغاز جلسہ میں جب تبرکاً سورت جمعہ تلاوت کی گئی تو قاری صاحب کی خوش الحانی کا زیور اور کلام پاک کا ذاتی حُسن ایک شاہد دلربا کی صُورت میں جلوہ گر ہُوا جس کی چاشنی ابتک میری قوت سامعہ میں موجُود ہے۔ حافظ شیرازی اس کی نسبت فرماتے ہیں ؎

خوش میدہد نشان زجلال جمال دوست — خوش میکند حکایت عزّو وقار دوست
جاں دادمش بمژدہ وخجلت ہمیبرم — زیں نقد کم عیار کہ کردم نثار دوست

خصُوصاً وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کا پاک جملہ ایک بشارت جاں بخش کی صورت میں متجلی ہُوا اس سے پہلے کی آیت میں جناب سرور کائنات کی ظاہری باطنی تربیت کا صحابہ رضوان اللہ کو احسان جتایا گیا ہے کہ اول تو حضرت کا وجود پاک ہی ان کے لئے ایک ایسا فخر ہے کہ جس سے ان کے تمام گذشتہ اور آئندہ اُمتوں پر فضیلت حاصل ہے بعد ازاں آپکی تعلیم ظاہری انکے لئے نعمت عظمیٰ ہے کہ جس سے وُہ صحابہ جو کہ اخلاق اور انسانی کمالات سے بے بہرہ تھے علمی خزانوں سے مالامال ہوئے اور قیامت تک تمام اہل اسلام کیلئے خصوصاً اور دیگر اقوام کے لئے عموماً سرچشمۂ معارف بنے۔ اور جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت اور رب العالمین کے درمیان وسیلہ ہیں ایسے ہی صحابہ آپ کے اور آئندہ مسلمانوں کے درمیان واسطہ مقرر ہوئے۔ اور پھر تعلیم باطنی کا اشارہ فرمایا ہے کہ جس کے ذریعہ ہر ایک صحابی بجائے خود سرحلقۂ اولیا ہے اور ولی خواہ کتنے مقامات طے کرے صحابی کا ہمرتبہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد یہ مقدس جملہ اُن غمزدگان فراق کے حق میں ارشاد ہُوا ہے جنکو بوجہ اپنی کم نصیبی کے آفتاب رسالت کی زیارت نہیں ہوئی اور بلاواسطہ صحابہ کے ساتھ اس مقدس مجلس میں شریک نہیں ہو سکے

ین آخرین کا عطف امیین پر ہے تو حسب قاعدہ ترجمہ یہ ہوا کہ وہ ذات پاک
س نے اُن لوگوں میں جو ابھی بباعث پیدا نہ ہونیکے صحابہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے
ایسا رسول بھیجا جو ان کو کتاب اللہ پڑھاتا اور پاک کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ حضور
علیہ السلام کے بعد عالم شہادت میں آئے ہیں حضرت کی تعلیم سے بواسطہ صحابہ مستفیض
ہوئے بعض سے ظاہری تعلیم جاری ہوئی ہے جنکے شاگرد علماء کے نام سے مخصوص ہیں
اور بعض سے باطنی تعلیم جنکے مستفیض صوفیہ کے نام سے سرفراز ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ
دونوں گروہ صرف نام اور غلبۂ شغل میں ممتاز تھے ورنہ اصل میں دونوں گروہ ظاہر و باطن
کے جامع رہے ہیں۔ علماء محدثین اور فقہائے مجتہدین رازدار شریعت اور حقیقت تھے
ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے اولیاء کبار کے مرجع تھے چنانچہ حضرت سلطان
ابراہیم ادھم۔ داؤد طائی۔ فضیل ابن عیاض وغیرہ کا ان سے استفادہ کرنا عام مشہور ہے
اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ظاہر کرتے ہیں کہ آپ قطب مدینہ منورہ تھے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت شیخ اکبر محی الدین عربی فرماتے ہیں کہ وہ ابدال سے تھے
علیٰ ہذا القیاس امام بخاری وغیرہ محدثین حضوری بارگاہ نبوی تھے۔ اور ایسا ہی اولیائے
کبار تمام علوم دین میں متبحر تھے بلکہ علمائے وقت ان سے دقیق مسائل میں مشورہ لیتے تھے
چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا اعتقاد اہل تصوف سے یہی تھا اور اپنے بیٹے
کو نصیحت فرماتے تھے کہ ان لوگوں سے اکثر صحبت اختیار کرو اور ان سے مسائل میں مدد لے
اور حضرت امام شافعی حضرت شیبان راعی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ پس ان میں
نام کی خصوصیت کا باعث صرف کثرت شغل ہے جنکو علمی شغل زیادہ تھی علماء مشہور ہوئے
اور جو زیادہ مراقبہ ذکر اور عالم جبروت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنا لباس بے تکلف صوف وغیرہ
کا رکھا صوفیہ کے نام سے ممتاز ہوئے۔ اور ہمیں جو ظاہری تعلیم علماء سے اور باطنی پیران
عظام سے ملی ہے اور قیامت تک ملتی رہیگی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بالواسطہ ہی آئی ہے
بنا بریں سامریں آیہ شریفہ میں جو ارشاد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخرین کو تعلیم

ناظرین اس بات کو بخوبی ذہن نشین کریں کہ یہ مطلب نہیں کہ علم حاصل کرنے کے ہی سے عشق الٰہی پیدا ہو جاتا ہے۔ بیشک علم ضروری ہے مگر صحبت کا اثر ازحد ضروری ہے اور جب تک کسی اہل دل سے تعلق پیدا نہ ہو تب تک وہ دل پیدا ہونا ناممکن ہے اور اگر یہ حاصل نہیں تو سب علم بے کار ہے۔ اور ایسا عالم صرف نام کا عالم ہے۔ کامل عامل نہیں ہو سکتا۔

دُوسری زنجیر جسمیں انسان کا دِل جکڑا ہُوا ہے وہ اس کا تعلق خدا کی مخلوق کے ساتھ ہے۔ اگر انسان اکیلا ہی کسی جگہ ہوتا تو خیر جلدی خلاصی ہوتی۔ مگر وُہ دُنیا میں ہے۔ اور جب دُنیا میں رہے تو اُسے اہل دنیا کے ساتھ مِلکر رہنا ہے۔ تعلیم قرآنی بھی یہی ہے اور لا رهبانیه فی الاسلام فرمودہ رسول مقبول ہے۔ اِس امتحان میں بھی انسان کو پاس ہونا چاہئیے۔ کامیابی کے طریقے فرقان حمید میں مفصل درج ہیں۔ اور ہمارے مربی اور محسن جناب سید الانبیاء نے تخلقوا باخلاق اللہ فرما کر اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ جب اِنسان کا خدا کے ساتھ تعلق کامل ہو گیا تو مخلوق سے تعلق خُود بخُود درست ہو جاتا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ جب تک کسی مشین مثلاً گھڑی وغیرہ کے پُرزے ٹھیک نہ ہونگے۔ تب تک اُس مشین کا کام بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ اسی طرح جب تک قلب انسانی کا تعلق خدا کے ساتھ ٹھیک نہ ہو اور اُس کی بناوٹ خدا کے رنگ سے رنگی نہ جاوے۔ اُس سے اعلیٰ اخلاق کیسے ظاہر ہونگے۔ جن لوگوں کے دلوں پر گُناہ کا زنگ چڑھا ہُوا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ الٰہی رنگ سے رنگے جاویں اُنکو خُدائی بپتسمہ دینی ضروری ہے کہ پہلے دل کا سے زنگ اُتارا جاوے اور پھر کسی ذریعہ خدائی نور وہاں تک پہنچایا جاوے۔ جو صاحب ذریعہ اور وسیلہ کے نام سے بھاگتے ہیں۔ اِنہیں اِتنا تو سوچنا چاہئیے کہ کسی تنگ و تاریک کمرہ میں کس طرح روشنی پہنچ سکتی ہے؟ خود بخود تو نہیں۔ صرف دو طریقہ ہیں۔ یا تو کسی روشندان کے راستہ سے سورج کی کرنیں کمرہ کے اندر داخل ہوں۔ یا کوئی لمپ اُسمیں جلایا جاوے اور اس کی روشنی سے کمرہ منور ہو۔ گناہگار کا دِل بھی اندھیرے کمرہ کی مانند

اور اسمیں روشنی ڈالنے کے واسطے بھی کسی مشعل یا چراغ کی ضرورت ہے۔ سیاہ دل دوسرے سیاہ دل کو ہرگز روشن نہیں کر سکتا۔ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔

وہ روشن مشعل کون ہیں؟ وہ وہی ہیں جن کو خدائے پاک نے خود نور اور روشن چراغ خطاب سے ممتاز کیا۔ ایک جگہ قرآن میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔ انزلنا علیکم نورًا مبینًا۔ اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔ یاایھا النبی انا ارسلناک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا۔

غرضیکہ انسان کے واسطے ضروری ہے کہ اُس کے تعلقات خدا کی مخلوق کے ساتھ بھی درست ہوں اور یہ تب ہی درست ہونگے۔ جب خدا کے ساتھ اس کا تعلق ٹھیک ہو۔ اور یہ بات ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ باخدا لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھے اور خدا کی ذات اور صفات علم اُسے حاصل نہ ہو۔

تیسرا تعلق خود اُس کا اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ نفس امارہ ہمیشہ انسان کو برائی کی ترغیب دیتا ہے۔ خواہشات نفسانی اس کے اور خدا کے درمیان آڑ اور پردہ بنجاتی ہیں عجب۔ جاہ طلبی۔ ریا یہ سب باتیں اس کی نیت کو خالص نہیں رہنے دیتیں۔ اُدھر خدا کا قانون یہ ہے کہ ہمارا راستہ اور قرب عاجزی کرنے والوں کو ملتا ہے۔ متکبر اور مغرور ہم سے دور ہیں۔ نفس پرست اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والے ہمارے نزدیک دوسرے معبودوں کو پوجتے ہیں۔ ان کا گذر ہمارے دربار میں ناممکن ہے۔ شک کرنے والے۔ حد اعتدال سے بڑھنے والے۔ شیخی خورے۔ جھوٹے۔ دغا باز۔ ہمارے محبوبوں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ غرضیکہ ایسی اور کئی باتیں قرآن مجید ہمیں سکھلاتا ہے۔ انسان کئی دفعہ کوشش کرتا ہے۔ کہ بس اب یہ عادتیں چھوڑ دونگا۔ مگر اکثر ناکامیاب رہتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا نفس امارہ کسی طرح قابو میں رہ بھی سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اُس آیتِ قرآنی میں ہے جو اس رسالہ کے سرورق پر بطور موٹو لکھی ہوئی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون
یعنے فلاح دارین کے واسطے ایمان والوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ اول خُدا سے ڈرو۔ دوسرے اُس کی طرف کوئی وسیلہ ڈھونڈو۔ اور تیسرے اِس تک پہنچنے کے لئے کوشش کرو۔ نفس کی زیادتیاں اور بے اعتدالیاں کسی رُوحانی ڈاکٹر کے رُوحانی اثر کے بغیر زائل نہیں ہو سکتی ہے

نفس نتواں کُشت الا ظلِ پیر دامنِ آں نفس کُش راسخت گیر

ناظرین والا تمکین نے اِس ساری تحریر سے چند باتیں ضرور سمجھی ہونگی اور پیشتر اِس کے کہ کچھ آگے لکھا جاوے یاد کو تازہ کرنے کے واسطے یہ عرض کرتا ہوں کہ مَیں نے مضمون اِس طرح شروع کیا تھا کہ جس طرح امراض جسمانی کی ماہیت سمجھنے سے پہلے تندرستی میں اعضاء کی بناوٹ اور افعال کا جاننا ضروری ہے۔ وَیسے ہی رُوحانی سلسلہ میں بھی قلب سلیم اور اُس کے افعال کا صحیح طور سے سرزد ہونا لابدی ہے۔ قلب سلیم کی تعریف پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اور اُس کے افعال خُداوند پاک نے قرآن شریف میں جگہ جگہ بیان فرمادئے ہیں۔ اور راقم نے رسالہ نمبر ۵ میں چند کا ذکر کیا تھا۔ یہ بھی ناظرین پر واضح ہُوا ہوگا کہ وہ تین قسم کے تعلقات کون ہیں۔ جنمیں انسان کا دِل جکڑا ہُوا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر اُن اسباب میں جن کے باعث اعضاء کی بناوٹ اور افعال صحت کی حالت میں قائم رہتے ہوں۔ کسی ایک میں فرق آجاوے تو بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ اُسی طرح رُوحانی صحت اور بیماری کا بھی حال ہے۔ اگر انسان کو خُدا کی ذات اور صفات کا کماحقہٗ علم حاصل نہیں۔ یا اُسے اہل دل اصحاب کی صحبت مُیسّر نہیں تو اُس کے باقی تعلقات میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور ساری عمر گناہ کے مرض میں مُبتلا رہتا ہے اطمینان قلبی جو سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے وُہ اِس سے کافور ہو جاتا ہے پھر قدرتی طور پر اُس کے دِل کو علاج کی طرف مائل ہونا چاہیئے۔ اور اگر وہ علاج نہ کرائے تو اُس کی صرف دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یا تو بے علمی کے باعث وُہ اپنی بیماری کو بیماری

سمجھنا ہی نہیں اور اگر سمجھتا ہے تو اُس کی پرواہ نہیں کرتا۔ چونکہ امراض روحانی تب سے ہیں جب سے کہ انسان پیدا ہُوا۔ خدائے پاک نے بھی آدم علیہ السّلام سے ان بیماریوں کے ڈاکٹروں کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ تعجب اس میں کوئی نہیں۔ تعجب تو تب ہوتا کہ یہ بیماریاں ہوتیں اور ڈاکٹر نہ ہوتے۔ غضب ہے کہ پیٹ درد کے تو ہزاروں علاج ہوں۔ سر درد کے لاکھوں نسخے ہوں تو کیا وجہ ہے کہ اس روحانی درد کا کوئی علاج نہ ہو؟ اور اگر علاج ہے تو معالج بھی ضرور ہونگے۔

سب انبیاء کے بعد ہمارے رُوحانی امراض کے حکیم جناب سیدنا و مولانا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اس علم کو عملی طور سے درجہ کمال تک پہنچایا۔ جناب کے زمانہ میں جو لوگ آپ کی خدمت میں بیٹھتے تھے وُہ آپ کے اثرِ صحبت سے کیا سے کیا بن گئے۔ انہیں کسی اور بات کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں ذکر کی مجلسیں جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے موجود تھیں۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ اور وجد اور جذبہ بھی اُن لوگوں میں تھا۔ سورہ زمر میں یُوں ارشاد ہے:۔ اللہ نزل احسن الحدیث کتابًا متشابھًا مثانی تقشعر منہ الخ۔

عہد رسالت کے بعد حضرت ابابکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اس علم کی طرف اوروں کی نسبت زیادہ توجہ کی اور جتنے طریقت کے سلسلے ہیں وہ انہیں حضرات تک پہنچتے ہیں۔ جُوں جُوں زمانہ گذرتا گیا۔ تُوں تُوں جو جو عمدہ بات صوفیائے کرام کو معلوم ہوتی گئی وہ طریق عمل میں ازاد ہوتی گئی۔ اور اس طرح سے مختلف فرقے پیدا ہوتے گئے۔ مگر ان کا اختلاف صرف بعض عمل میں ہے۔ اصُول میں سب کے سب ایک ہیں۔ صوفیائے کرام نے جہاں قلب انسانی کے اور خواص بیان کئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ جس کی طرف انسانی رُوح پُوری توجہ سے متوجہ ہوتی ہے اس کی خوبیوں سے رنگا جاتا ہے۔ خواہ متوجہ الیہ نیک ہو یا بد۔ اور چونکہ ذات باری رحمت ہی رحمت ہے۔ اُس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا۔ اور

اُس کی یاد میں غلطاں و پیچاں رہنا اور اُس کی محبت میں فنا ہو جانا انسان میں الٰہی اخلاق پیدا کرتا ہے۔ اور جب تک موتوا قبل ان تموتوا کا مسئلہ عملی طور پر اپنے اُوپر وارد نہ ہو جائے تب تک ممکن نہیں کہ انسان فنائے اللہ کے درجہ تک پہنچ سکے*

ان ڈاکٹروں کے مختلف گروہوں میں سے دو قسم کے ڈاکٹر قابل قدر ہیں۔ اوّل وُہ جنہیں مجذوب سالک کہتے ہیں۔ جو اگر خوش قسمتی سے مِلجاویں تو بھی بیڑا پار ہے۔ دوسرے ڈاکٹر سالک مجذوب کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ بھی قابل قدر ہیں۔ بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر خدا سے مِلنا ہی مقصود ہے تو پھر اتنے مختلف طریقوں کی کیا ضرورت؟ حضرات ذرا اِس طرف بھی غور کریں۔ کہ سب حکیموں۔ ڈاکٹروں۔ ویدوں کا مدعا ایک ہی ہے اور وُہ یہ کہ مرض کو دُور کر کے انسانی جسم صحت کی حالت پر لایا جاوے۔ تو پھر بتلائیے یہ مختلف طریقے کیوں ہیں؟ اِس طرح اگرچہ سب صُوفیاء کا مطلب ایک ہی ہے تاہم مرز و بوم اور اور کئی وجوہات کے باعث طریق عمل مختلف ہے اور اسی لئے نقشبندیہ۔ چشتیہ۔ سُہروردیہ وغیرہ خاندان ہیں*

حضرات ابدی نجات تب ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ قلب انسانی سلیم اور مطمئن ہو غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو۔ ہوائے نفس سے مبرا ہو۔ تخلقوا باخلاق اللہ پر عمل ہو۔ موتوا قبل ان تموتوا کا درجہ حاصل ہو۔ اور پھر لُطف یہ کہ دُنیا میں ہو۔ دُنیا سے الگ نہ ہو" دل بایار اور دست در کار" والا معاملہ ہو۔ یہ سب کچھ ممکن ہے بشرطیکہ چشم بصیرت وا ہو۔ تعصب اور ہٹ دھرمی سے دِل کو پاک رکھا جاوے مگر طلب صادق اور اخلاص نیت شرط ہے۔ یہ مرتبہ اُسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ صوفیائے کرام کی محبت ادب اور تابعداری دِل و جان سے کی جاوے۔ اور اگر یہ حاصل نہیں تو خُدا سے دُعا کرنی چاہیئے کیونکہ اُس مقلب القلوب کو سب توفیق ہے*

میر ہدایت اللہ۔ از جہلم

خوش اخلاقی

خوش خلقی خداوندِ سبحانہ کی خاص نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اور یہ نعمت بارگاہ الٰہی سے اُس آدمی کو عطا ہوتی ہے جس پر اللہ جل جلالہ کی خاص عنایت ہو اور اگر انسانیت کا مدار اسی ایک صفت پر رکھا جاوے تو بین درست دنیاوی اور اُخروی ساری عزتیں اسی سے وابستہ ہیں۔ انسان کی رُوحانی ترقیوں کا زینہ یہی خوش اخلاقی ہے۔ بلکہ حضرت سید المرسلین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو خوش خلقی کو دین کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے حضور انور علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سوال کیا کہ "ما الدین یا رسول اللہ؟" یعنے اے خدا کے رسول دین کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ "حسن الخلق"۔ یعنے دین یہ ہے کہ آدمی اخلاق نیک رکھے۔ پھر ایک شخص نے کسی موقعہ پر عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرماویں۔ جو میرے کام آوے۔ آپ نے فرمایا کہ تم جہاں ہو خدا سے ڈرتے رہنا۔ اگر تجھ سے کوئی گناہ ہو جاوے تو اُس کے پیچھے جلدی کوئی نیکی کرنا تاکہ اُس گناہ کا اثر دل پر قائم نہ ہو اور آخیر میں فرمایا کہ خالق الناس بخلق حسن۔ یعنی لوگوں کے ساتھ خوش خلقی کی عادت پیدا کرنا۔ فرمایا کہ جو کوئی تم سے علیحدہ ہو تم اُس سے ملو۔ اور جو کوئی تمہاری امداد نہ کرے تم وقت پر اُس کی امداد کرو اور جو کوئی تم پر ظلم کرے تم اُس کو معاف کرو۔ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مومنوں میں بلحاظ ایمان کے کون افضل ہے؟ فرمایا احسنہم خلقاً۔ یعنی جس مومن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں وہ سب مومنوں میں سے اچھا ہے ✤

ایک بدوی نے آپ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ بندہ کو سب سے اچھی کیا چیز اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہے آپ نے فرمایا "خُلق حسن"۔ یعنی خُلق نیک ✤

فرمایا جس شخص میں یہ تین چیزیں نہ ہوں۔ اُس کے عمل کا کوئی اعتبار نہ کرو۔ اوّل تقوٰی۔ جو اُس کو خدا کی بے فرمانی سے باز رکھے۔ دُوسرے حلم۔ جس کے ذریعہ سے وہ بیوقوفوں کی جہالت سے بچے۔ تیسری خلق حسن جس کے سبب سے وہ آرام سے لوگوں میں زندگی گذارے۔

فرمایا سوء الخلق ذنبٌ لا یغفر۔ یعنی بدخلقی ایسا گناہ ہے کہ بخشا نہ جاویگا۔

حضرت لقمان حکیم رح سے اُن کے بیٹے نے سوال کیا۔ کہ انسان کے واسطے کونسی خصلت سب سے اچھی ہے فرمایا۔ دین۔ مال۔ حیا۔ حسن خلق۔ اور سخاوت۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی حسن خلق کی بدولت جنت کے اعلےٰ درجہ میں پہنچ جاتا ہے خواہ اُس کی عبادت تھوڑی ہو۔ اور بدخلقی کی وجہ سے دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں گرجاتا ہے۔ خواہ عابد ہی ہو۔

حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ میں اپنی صحبت میں بدکار اور خوش خلق آدمی کو رکھنا عابد بدخلق کے رکھنے سے بہتر جانتا ہوں۔

حضرت کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف خلق کا نام ہے۔ جس آدمی نے خلق زیادہ پیدا کئے اُس نے تصوف میں ترقی کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ۔ مگر اعمال کے جہت سے اُن سے علیحدہ رہو۔

حضرت یحییٰ معاذ رح فرماتے ہیں کہ بدخلقی ایسی بلا ہے کہ جس شخص کے وجود میں یہ بلا موجود ہو اُس کو نیکیوں کی کثرت بھی فائدہ نہیں دیتی۔ سارے بزرگان دین کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر عمارت بِنا پر موقوف ہے اور اسلام کی بنا حُسن خلق پر ہے۔

جس قدر احادیث نبوی اور اقوال بزرگان دین ہمنے اوپر بیان کئے ہیں۔ یہ اگرچہ طالب کی ہمت بڑھانے اور اخلاق حسنہ حاصل کرنے پر ترغیب دلانے کو کافی ہیں۔ لیکن ایک طالب ان کے مطالعہ سے یہ سوال حل نہیں کرسکتا۔ کہ حسن خلق کیا چیز ہے۔ اور

کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں مشائخ متقدمین نے بہت سے اقوال فرمائے ہیں جو کتابوں میں درج ہیں۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوش خلق وہ آدمی ہے جو کشادہ پیشانی رکھے۔ مال کو مستحقوں پر خرچ کرے اور کسی کو ایذا دینا روا نہ رکھے۔

حضرت واسطی رح فرماتے ہیں۔ حسن خلق یہ ہے کہ نہ خود کسی سے دشمنی رکھے اور نہ ایسا چلن اختیار کرے کہ لوگ اس سے دشمنی رکھیں۔ حضرت ممدوح دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ خوش خلق وہی آدمی ہے۔ کہ مفلسی اور توانگری میں مخلوق خدا کو راضی رکھے۔

حضرت شاہ کرمانی رح فرماتے ہیں کہ مخلوق کو ایذا دینے سے باز رہنا۔ اور خدمتِ مخلوقات میں جو تکلیفیں پیش آویں اُن کا سہنا ہی حسن خلق ہے۔

اور حضرت سہل تستری رح سے اس بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ خوش خلق وہ آدمی ہے جو بردبار ہو۔ اور کسی سے انتقام نہ لے۔ بلکہ اگر کوئی اُس پر ظلم کرے تو وہ اُس پر رحم اور شفقت کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ خوش خلقی تین چیزوں کا نام ہے۔ محرمات سے بچنا۔ حلال روزی کا تلاش کرنا اور عیال پر زیادہ خرچ کرنا۔

حضرت ابو سعید صاحب رح فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کسی طرف ہمت کو صرف نہ کرنے کا نام خوش خلقی ہے۔ اسی طرح سے اور بہت سے اقوال مشائخ رح تلاش کرنے سے مل سکتے ہیں۔ لیکن اگر بہ نظر تحقیق دیکھا جائے۔ تو یہ سب اقوال اگرچہ حسن خلق کی تعریف میں فرمائے گئے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک قول بھی حسن خلق کی جامع تعریف قرار نہیں دیا جا سکتا جس سے ایک طالب کی تسلی ہو جاوے۔ اِس واسطے ہم اُس تحقیقات کو جو علمائے اسلام نے اس مسئلہ کے متعلق کی ہے۔ طالبان حق کے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ طالبانِ حق کو اخلاق حسنہ کے حاصل کرنے میں آسانی ہو۔

انسان دو چیزوں جسم اور روح سے مرکب ہے۔ جس طرح ہر ایک جسم انسانی کے واسطے ایک صورت مقرر ہے۔ اسیطرح ہر ایک روح انسانی کے واسطے بھی ایک خاص صورت ہوتی ہے۔ جس طرح اجسام انسانی بلحاظ تناسب اعضاء کے خوش شکل اور بدشکل ہوتے ہیں اسیطرح روحیں بھی حسب حیثیت اخلاق کے نیک سیرت و بدسیرت ہوتی ہیں۔ جسم انسانی چشم ظاہر سے محسوس ہوسکتا ہے لیکن صورت روحانی بغیر چشم بصیرت کے نظر نہیں آتی۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ مدرکات بصیرت مدرکات بصارت سے اعلےٰ ہوتے ہیں۔ اسواسطے روح کو جسم پر فوق حاصل ہے۔ خود خداوند کریم قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ انی خالق بشراً من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہٗ سٰجدین۔ یعنے میں مٹی کا ایک انسان بناتا ہوں پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اُسمیں اپنی روح تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں۔ اس آیت میں اللہ جل جلالہ نے جسم کو خاک کی طرف اور روح کو اپنی ذات پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اس آیۃ کے مضامین پر غور کرنے سے بھی روح کی فضیلت جسم پر ثابت ہے۔ جو فضیلت روح کو جسم پر حاصل ہے وہی روحانی حسن کو جسمانی حسن پر ہے۔ اس صورت میں انسان انسانوں کی بلحاظ صورت و سیرت کے چار قسمیں ہوئیں اول نیک صورت و نیک سیرت۔ دوئم نیک صورت و بدسیرت۔ سوئم بدصورت و نیک سیرت۔ چہارم بدصورت و بدسیرت +

اول قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی تناسب اعضاء جسمانی و اخلاق حمیدہ دونوں پورے اعتدال پر ہوں۔ یہ لوگ اس قابل ہیں کہ بنی آدم میں سب سے اعلےٰ درجہ کے انسان قرار دئے جائیں۔ اور اس درجہ کے لوگوں کی خود حضور حبیب رب العالمین صلے اللہ علیہ و آلہ اجمعین نے تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ صورت اور سیرت نیک رکھنے والے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں نہیں جلاویگا +

باقی آئندہ

ایڈیٹر

آداب المریدین

"یہ مضمون ہمارے ایک کرم فرما جناب صوفی غلام حیدر صاحب منشی فاضل اپیلینویس نے سیال کوٹ سے بھیجا ہے صوفی صاحب سلسلۂ خدام حضرت شاہ صاحب علیپوری مدظلہم میں داخل ہیں علم تصوف میں وسیع معلومات رکھتے ہیں۔ مضمون نہایت مفید ہے لہذا بلفظہ درج کیا جاتا ہے۔" ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العلمین و صلوٰۃ اللہ علی رسولہ خاتم النبیین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔ اما بعد السلام علیکم! اگرچہ میں قابل نہیں کہ بزرگ ناظرین کے عزیز وقت کا حصہ دار بنوں۔ کیونکہ جہاں بڑے بڑے مشائخ کے پاک کلام اور پند و نصائح موجود ہوں وہاں میں کیا اور میری بات کس کام۔ خود بخود محجوب ہو رہا ہوں۔ تاہم چند ایک مفید باتوں کے اظہار سے جو اکثر کتب تصوف کے مطالعہ سے مجھے دستیاب ہوئی ہیں جن کی میں خود کو ضرورت دیکھتا ہوں اور بحکم المرء یقیس علی نفسہ اپنی بساط کے موافق خیال کرتا ہوں کہ میرے جیسے اور بھائیوں کو بھی ان کی ضرورت ہوگی صرف اپنی کمی استعداد کی شرم کے سبب رک نہیں سکتا۔ ہاں اس قدر التماس ہے کہ بندش الفاظ کی سستی سے چشم پوشی فرما کر معانی کی چٹنی کو دیکھیں اور اس سے فائدہ اٹھا دیں۔ چونکہ یہ مضمون مریدوں کو شیخ کے آداب سکھلاتا ہے۔ اسلئے اس کا نام یا ہیڈنگ آداب المریدین لکھا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ مرید کا شیخ کی صحبت کے آداب کو نگاہ رکھنا بذات خود ایک بڑا بھاری ادب ہے۔ شیخ کی صحبت میں آداب کا بجالانا محبت کے پیدا ہونے اور اسکے بڑھنے کا باعث ہے اور اس سے شیخ کے دل میں مرید کی طرف ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ جمال روح اور کمال عقل حسن ادب کی صورت میں جلوہ گری کرتا اور ظاہر ہوتا ہے۔ پس جب مرید شیخ کی صحبت میں مؤدب بیٹھتا ہے اس صورت میں شیخ اس کے روح کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی محبت شیخ کے دل میں جاگزین

ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ منظور نظر رحمتِ الٰہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے دوستوں کے دل کی طرف ہمیشہ لطف و مہربانی و عنایت و رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جبکہ مُرید حُسن ادب کے سبب شیخ کے دل میں مستقر اور متمکن ہوتا ہے۔ رحمت الٰہی کی متواتر برکتیں اور فیض نامتناہی کے انوار پے در پے اُس کے شامل حال ہوتے جاتے ہیں۔ شیخ کا مُرید کو قبول کر لینا خدا اور رسول اور تمام بزرگوں کے جو شیخ اور رسول کے مابین واسطہ ہوتے ہیں اُس کو قبول کر لینے کی صریح دلیل ہے سوائے حُسن ادب کے اور کوئی ذریعہ نہیں جس سے شیخ کی تربیت کے احسان کے مکافات کو ادا کیا جائے۔ شیخ اور علماء کی جو کہ معنوی باپ کی نسبت رکھتے ہیں عزت و توقیر کرنا اُن کے بڑے حقوق میں سے ہے۔ اور اس سے غفلت و انکار کرنا سراسر گناہ اور عاق ہونا ہے حدیث شریف میں ہے۔ لیس منا من لم یجل کبیرنا و لم یرحم صغیرنا و لم یعرف لعالمنا حقہ۔ جو شخص حقوق شیخ کے ادا کرنے پر جو خدا تعالیٰ تک رسائی کے اسباب میں سب سے زیادہ نزدیک راستہ ہے قیام نہیں کرتا۔ وہ حقوق خدا کے ادا کرنے سے ضرور قاصر رہتا ہے۔ کہ من ضیع رب الادنیٰ لم یصل رب الاعلیٰ۔ شیخ کا وجود مُریدوں کے درمیان اصحاب کے درمیان نبی کے وجود کی مثال ہوتا ہے کیونکہ دعوتِ خلق اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابعت کے طریق پر شیخ بطور نائب رسول کے ہوتا ہے۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ۔ پندرہ آداب ہیں جن کی مُرید کو شیخ کے ساتھ رعایت رکھنا لازمی ہے اور وہ یہ ہیں:

اول یہ کہ مُرید کو اس بات کا اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اُس کا شیخ مریدوں کی تربیت ارشاد تہذیب اور تادیب میں یکتا اور فرد ہے۔ اور کوئی اُس کے برابر اور مقابل کا نہیں۔ کیونکہ مُرید کی نظر میں اگر کوئی اور بھی اس کے شیخ کے برابر یا اُس سے بڑھکر ہو تو رشتۂ محبت کمزور اور رابطۂ الفت ضعیف ہو جائیگا اور اس وجہ سے شیخ کے اقوال و احوال کا اثر مرید میں محبت کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور مُرید کی استعداد شیخ کی تربیت قبول کرنے میں اُس کی محبت کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے جس قدر محبت زیادہ ہوگی اُسیقدر استعداد زیادہ ہوگی۔

دوسرا ادب اپنے ارادہ کو شیخ کی صحبت کے لازم پکڑنے میں پختہ کرتا ہے چاہئے کہ مُرید

اپنے دل میں اس امر کا پختہ یقین کر لیوے کہ فتح الباب صرف شیخ کی خدمت اور اُس کی صحبت کو لازم پکڑنے سے ہی ہوگا۔ اس کے واسطے اور کوئی ذریعہ نہیں پس ٹھان لے کہ یا تو منزل مقصود پر پہنچ جاؤنگا۔ ورنہ اسی آستانہ پر جان دُونگا۔ اُس کی علامت یہ ہے کہ شیخ کے رد کرنے یا اُس کی جانب سے کسی سختی کے پہنچنے کی وجہ سے اپنے ارادہ سے پھر نہ جاوے۔ اور وہیں لگا رہے کیونکہ شیخ مریدوں کے احوال دریافت فرمانے کیلئے بہت سے مختلف قسم کے امتحانات کیا کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ابو عثمان حیری شاہ شجاع کرمانی رحمہما اللہ کی صحبت میں ابو حفص حداد رح کی زیارت کے واسطے نیشاپور پہنچے۔ جب انہوں نے اُنکی نور ولایت کا مشاہدہ کیا۔ اور ابو حفص کی نظر سعادت بخش نے اپنے احوال کی خاصیت کے جذبات سے اُنکو جذب کیا تو اُنکے دلمیں کامل ارادت پیدا ہو گئی۔ اور شاہ کرمان سے واپس آنے تک ٹھہرنے کی اجازت چاہی اُس وقت ابو عثمان رح عنفوان شباب میں تھے۔ ابو حفص رح نے اُنکو سامنے سے ہٹا دیا اور کہا ہماری مجلس میں مت بیٹھو۔ چنانچہ ابو عثمان رح اُنکی اشارت کو تسلیم کر کے وہیں اُلٹے پاؤں واپس ہوئے اور اُن کی نظر سے غائب ہو گئے۔ لیکن انہوں نے اپنے دلمیں مصمم ارادہ کر لیا کہ ابو حفص رح کے دروازہ کے سامنے گڑھا کھود کر اُسمیں بیٹھیں اور تا وقتیکہ وہ اجازت نہ دیویں اور اپنے پاس طلب نہ فرماویں وہاں سے نہ نکلیں۔ پس جب ابو حفص رح نے صورت حال سے اُنکے صدق ارادت کو معلوم کر لیا اُنکو بُلایا محبت سے پاس بٹھایا۔ اپنے خواصوں سے بنا کر اپنی خلافت پر مقرر فرمایا اور اپنی دختر کا نکاح بھی اُنکے ساتھ کر دیا چنانچہ وہ شیخ کی وفات کے بعد اُن کی جگہ جانشین ہوئے۔

تیسرا ادب۔ مرید کا شیخ کے تصرفات کو تسلیم کر لینا ہے۔ چاہئے کہ مرید اپنی جان جسم اور مال میں شیخ کے تصرفات کے طریق کو کشادہ رکھے۔ جو کچھ شیخ فرماوے اُس کی فرمانبری پر خوشی اور رضامندی سے کمر بستہ ہو۔ کیونکہ محبت اور ارادت کے جوہر سوائے اس طریقہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے اور سوائے اس کسوٹی کے اُسکی صداقت کی پرکھ نہیں ہوتی۔ چنانچہ خداوند تبارک و تقدس نے اپنی کتاب پاک میں اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

چوتھا ادب ترکِ اعتراض ہے چاہئے کہ مُرید شیخ کے تصرفات پر کسی طرح ظاہر باطن میں اعتراض کرنے کی اپنے آپ مجال نہ رکھے اور جب کسی شیخ کے احوال میں سے کوئی بات مُشکل پیش آوے جس کی صحت اُسپر ظاہر نہ ہو تو موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود شانِ نبوت اور کثرتِ علم اور خضرؑ کی ملازمتِ صحبت کی کمالِ خواہش کے اُنکے بعض کاموں کو نہ سمجھے اور اُنکی صحت پر اعتراض کیا مگر اُنکی علم اور حکمت ظاہر ہونے پر اُنکو اقرار کرنا پڑا۔ پس جس بات کا راز معلوم نہ ہوسکے اُس کو اپنی کمی علم اور قصورِ فہم کیطرف منسوب کرنا چاہئے۔ نہ کہ اُس امر کی صحت پر اعتراض۔ تاکہ ارادت میں فتور اور محبت میں قصور واقعہ نہ ہو۔ اور اس گرداب سے جلد خلاصی پاوے۔ حضرت جنیدرحؒ کے مریدوں میں سے ایک نے آپ سے سوال کیا۔ اور اُنکے جواب دینے پر پھر اعتراض کیا۔ جنیدؒ نے فرمایا فان لم تؤمنوا لی فاعتزلون۔

پانچواں ادب سلبِ اختیار ہے۔ مُرید کو چاہئے کہ کوئی کام دینی ہو یا دنیوی کلی ہو یا جزوی شیخ کے ارادے اور اُس کے اختیار کیطرف رجوع کئے بغیر شروع نہ کریں اور بدون اجازت شیخ کے نہ کھاوے نہ پیوے نہ پہنے نہ سوئے نہ لیوے نہ دیوے۔ اور نہ دیکھے اور اسی طرح تمام عبادات میں مثلاً روزہ رکھنے کھولنے نفلوں کے زیادہ کرنے فرضوں پر اقتصار کرنے ذکر تلاوت اور مراقبہ میں بغیر شیخ کی اجازت اور معینہ کئے پیشدستی نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایکرات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے دروازہ پر سے گذرے اور سنا کہ آپ نماز تہجد میں قرآن شریف آہستہ پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کے دروازہ پر گذرے اور وہ بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ صبح جب حضورؐ کے دربار میں آئے آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا کہ قرآن شریف آہستہ کیوں پڑھتے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا اسمع من اناجیہ اور حضرت عمرؓ سے بلند آواز سے پڑھنے کا سبب پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ اطرد الشیطان واوقظ الوسنان۔ آپنے فرمایا کہ نہ ایسا آہستہ پڑھا کرو اور نہ اسقدر بلند بلکہ درمیانہ طریق اختیار کرو اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذٰلک سبیلاً۔ یہ اسکی طرف اشارہ ہے کہ مقتدا کی موجودگی میں اپنی رائے کا کسی کام میں دخل دینا خواہ رائے صحیح ہی کیوں نہ ہو روا نہیں ہے۔

چھٹا ادب شیخ کی خاطر کی عنایت کا نگاہ رکھنا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ جو حرکت شیخ کی طبیعت کو ناپسند ہو اُسپر اقدام نہ کرے اور شیخ کے حسنِ خلق کمال حلم مدارات اور عفو پر بھروسا کرکے ایسی حرکت کو خفیف او

اور حقیر خیال نہ کرے۔ کیونکہ شیخ کی ضمیر کے خطرات ناپسندیدگی اور رضا مرید کی طبیعت میں اثر کامل رکھتے ہیں۔

ساتواں ادب واقعات کے اظہار میں شیخ کے علم کی طرف رجوع کرنا ہے۔ مرید کو چاہیے کہ واقعات کے اظہار میں خواہ وہ عالمِ خواب میں ہوں یا بیداری میں شیخ کے علم کی طرف رجوع کرے اور اُسمیں خود رائی نہ کرکے اُسکی صحت پر خود یقین نہ کر بیٹھے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کی منشا اور مقصد مرید کے نفس کی بُری اور مخفی ارادت ہو جسکا علم اُسے نہ ہو اور اُسکی صحت پر حکم لگانے سے خلل پیدا ہوں۔ پس جب شیخ کے سامنے اُسکو ظاہر کریگا تو شیخ اپنے علم کی وسعت کے سبب اُسکے ہر پہلو سے آگاہ ہوگا۔ اگر وہ واقعہ صحیح ہوگا تو شیخ کے حکم کے بعد اُسپر یقین کرکے کاربند ہو۔ اور اگر صحیح نہ ہو تو شبہ درمیان سے اُٹھ جاویگا۔

آٹھواں ادب شیخ کی کلام کو اپنی کلام سے مخلوط نہ کرنا ہے۔ مرید کو چاہیے کہ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھے اور منتظر رہے کہ شیخ کی زبان سے کیا لفظ نکلتے ہیں۔ اور اُسکی زبان کو کلامِ حق کا ذریعہ جانے اور یقیناً جانے کہ شیخ خدا کی باتیں کرتا ہے نہ ہوائے نفس کی اور کہ وہ نطق کے نیچے رہتا ہے اور اُسکے دل کو بحرِ مواج کی مانند خیال کرے جو مختلف قسم کے علوم کے موتیوں اور معرفت کے جواہرات سے پُر ہے۔ جو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی عنایت کی ہوا کے جھونکوں سے موجیں مارتا ہے۔ اور اُن میں سے موتی اور جواہرات بہتے ساحلِ زبان پر ڈالتا ہے پس چاہیے کہ ہمیشہ تیار اور منتظر رہے کہ شیخ کے کلام کے فائدوں سے محروم اور بے نصیب نہ رہ جاوے اور اس کلام اور اپنے حال کے درمیان مناسبت و مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور ایسا تصور کرے کہ خدا تعالے کے آستانہ پر زبانِ استعداد سے اپنے حال کی بہتری تلاش کرتا ہے اور اُسکی استعداد کے موافق غیب سے خطاب وارد ہوتا ہے یعنی شیخ کے ساتھ مکالمہ کرتے وقت اپنے نفس کو تلاش کرے تاکہ اپنے عرفان اور علم کے اظہار میں دلیری نہ کرے اور اپنے جمال و کمال کو حسنِ کلام کے ذریعہ پیش نہ کرے۔ مرید کا اپنے کلام کو بنانا اور اچھا خیال کرنا اُسکو مقامِ ارادت سے دور پھینک دیتا ہے اور شیخ کا کلام گوشِ دل سے سننے کے مانع ہوتا ہے بعض مفسروں نے اس آیت کہ یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ کا سببِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک جماعت ایسی تھی کہ جب کبھی کوئی آنحضرت صلعم سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا۔ تو وہ جواب اور فتوے دینے میں پیشدستی کرتے۔ پس خداوند تعالے سے یہ خطاب نازل ہوا۔ اور اسمیں اُن کو ایسا نہ کرنے کی تادیب کی۔

نواں ادب غض صوت ہے۔ مرید کو چاہئے کہ شیخ کی صحبت میں آواز کو بلند نہ کرے کیونکہ بزرگوں
کے حضور بلند آواز کرنا ترک ادب و بے رُخی کی علامت ہے۔ ایکدفعہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے
مابین ایک مسئلہ پر تکرار ہوا۔ اور وہ حضرت رسول کریم صلعم کے سامنے ہی بلند آواز سے گفتگو کرنے لگے
اُن کی تادیب میں یہ آیت نازل ہوئی یاایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ بعد ازاں
ایسا ہوا کہ اُن کی آوازیں نہایت نیچی ہوگئیں اور یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔ ان الذین
یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی ۔

دسواں ادب مرید کا اپنے آپکو شیخ کے ساتھ کشادگی سے روکنا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ قول و فعل
میں شیخ کے ساتھ بے تکلفی اختیار نہ کرے کیونکہ بے تکلفی سے بزرگی کا حجاب اور رعب کا پردہ اٹھ جاتا
ہے اور فیض کا رستہ بند ہو جاتا ہے پس چاہئے کہ شیخ کو مخاطب کرنے میں تعظیم اور عزت کے طریق کو نگاہ رکھے
ابتدائی احوال میں اصحاب آنحضرت کا نام مبارک تعظیم اور توقیر سے نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے یا محمد
یا احمد۔ خطاب الٰہی اُن کی تادیب کے لئے نازل ہوا۔ ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط
اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ بعد ازاں یا رسول اللہ۔ یا نبی اللہ کہتے تھے۔ اسیطرح ایک دفعہ وفد بنی تمیم
سے ایک جماعت رسول اللہ صلعم کے حجرہ کے دروازہ پر آئی اور آپکے باہر تشریف لانے کے واسطے بلانے
لگے یا محمد اخرج الینا یہانتک کہ آیت شریف نازل ہوئی۔ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات
اکثرہم لا یعقلون۔ ولو انہم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیرا لہم۔ اسیطرح شیخ کے ساتھ طریق مباسطت کو
پسند نہ کرے اور افعال میں بھی اُسکی عزت و توقیر کو واجب جانے ۔

گیارھواں ادب گفتگو کے اوقات کی شناخت ہے۔ مرید کو چاہئے کہ جب کسی دینی یا دنیوی معاملہ
میں شیخ سے گفتگو کرنی ہو تو پہلے شیخ کے احوال کو دریافت کرے کہ اُسے اُسکی بات سننے کی فرصت بھی ہے
یا نہیں اور اُس کے ساتھ کلام میں جلدی نہ کرے یکبارگی گفتگو شروع کردے بلکہ کلام شروع کرنے سے پہلے چاہئے
کہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں عاجزی کے ساتھ دعا کرے کہ شیخ کے ہمراہ باادب گفتگو کرے جیسا کہ صحابہ حکم دیئے گئے
تھے چنانچہ ارشاد باری ہے یاایہا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ ابن عباس
فرماتے ہیں کہ اس کا شان نزول یہ ہے کہ لوگ آنحضرت کی صحبت میں کثرت سے سوال کرتے تھے اور اسمیں بہت

مبالغہ کرتے تھے۔ پس آنحضرتؐ کی طبیعت مجبور ہو جاتی تھی پس یہ خطاب نازل ہوا اور منافق و موافق میں تمیز ہو گئی۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس آیت پر سوا حضرت علی رضہ کے کسی نے عمل نہیں کیا۔ آپ نے ایک دینار صدقہ دیکر آنحضرتؐ سے کلام کیا۔ حضرت علیؓ سے نقل ہے فی کتاب اللہ تعالیٰ آیۃ ما عمل بھا احد قبلی ولا یعمل بھا احد بعدی ۔ **گیارھواں ادب** اپنے حدِ مرتبہ کو نگاہ رکھنا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ اس حال کی نسبت جو اُس کے اپنے احوال سے اُس پر پوشیدہ ہو دریافت نہ کرے۔ اور اُس امر سے جو نہ تو اُس کا حال ہو اور نہ مقام گفتگو نہ کرے کیونکہ اُسے چنداں فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ضرر متصور ہوتا ہے پس چاہئے کہ اپنے احوال کی ضرورت سے زیادہ کی بابت دریافت نہ کرے۔ قرآن شریف میں ایسے سوالات سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔ پس فائدہ مند کلام وہ ہے جو سننے والے کے فہم کے انداز پر ہو۔ اور فائدہ بخش سوال وہ ہے جو پوچھنے والے کی سمجھ کے موافق ہو ؛

تیرھواں ادب شیخ کے اسرار کا مخفی رکھنا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ واقعات اور کرامات وغیرہ سے جس حال کو شیخ پوشیدہ رکھے اگر اُس پر اُس کی اطلاع ہو گئی ہو تو اُسے ظاہر کرنے کی اجازت نہ جانے کیونکہ اُس کے مخفی رکھنے میں شیخ کو کوئی دینی یا دنیوی مصلحت نظر ہوتی ہے اور اُسکے اظہار میں فساد پیدا ہوتا ہے پس طریق ادب یہ ہے کہ شیخ کا راز مرید کے نزدیک اُسکا اپنا راز ہو ؛ **چودھواں ادب** اپنے رازوں کا شیخ پر ظاہر کر دینا ہے مرید کو چاہئے کہ اپنے بھید کو شیخ سے نہ چھپاوے۔ اور ہر کرامت یا عنایت جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے پہنچے صاف الفاظ میں یا کنایۃً شیخ کے پاس عرض کر دیوے کیونکہ اگر مرید اپنا کوئی بھید شیخ سے مخفی رکھے تو وہ اُس کے علم میں منفرد ہوتا ہے جو اُس پر متاثر ہوتا ہے۔ اور اپنے باطن میں ایک عقدہ پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے کہ اُس کے حل کرنے اور استعداد کا رستہ شیخ سے بند ہو جاتا ہے۔ جب شیخ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ عقدہ فوراً حل ہو جاتا ہے ؛

پندرھواں ادب یہ ہے کہ اپنے شیخ کی نسبت جو بات بیان یا نقل کرے۔ مخاطب کے فہم کے اندازہ پر کرے اور ایسی بات جو گہری ہو اور جسمیں دقت پیش آوے اور جسکی حقیقت کو سننے والا نہ پا سکے۔ نہ کہے کیونکہ ایسی بات جس سے سننے والا کہنے والے کی مراد کو نہ پاوے کوئی فائدہ نہیں رکھتی بلکہ اُس سے ضرر کا امکان ہوتا ہے اور ممکن ہوتا ہے کہ سننے والا شیخ سے بد اعتقاد ہو جاوے ؛ یہ جملہ آداب ہیں جنکی نگاہداشت مرید کو شیخ کی صحبت میں لابدی ہے۔ اگر مرید اُن پر کاربند ہو تو انشاء اللہ انوار رحمت الٰہی سے جو اصل مقصود ہے شیخ صحبت کی طفیل بہرہ یاب ہوگا

اخبار

مژدہ - قطب دوران آرام جانِ مشتاقان حضرت سیدنا حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ صاحب اخیر ستمبر میں کشمیر سے روانہ ہو کر راولپنڈی۔ جہلم۔ سیال کوٹ وغیرہ مقامات کی سیر فرماتے ہوئے یکم رجب تک علیپور شریف رونق افروز ہو گئے۔ الحمد للہ۔ آنے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما۔ حضرت ممدوح الصدر کی والدہ مرحومہ مغفورہ کا عرس شریف بتاریخ ۴ شعبان ۱۳۲۲ھ ہوگا۔ جسمیں یارانِ طریقت ملک کے ہر حصہ سے آکر فخرِ شمولیت حاصل کرینگے۔ شائقِ دیدار کے لئے ایک عمدہ موقع ہے ؛

الحمد للہ کہ لاہور۔ امرتسر۔ سیال کوٹ۔ جموں وغیرہ مقامات کی طرح سے حضرت شاہ صاحب کے حکم سے گورداسپور اور دینانگر میں بھی حلقہ شروع ہو گیا ہے ؛

شکر کا مقام ہے کہ اس سال بھی بہت سے علماے کرام و مشائخ زادگان ملک کشمیر حضرت شاہ صاحب قبلہ کے سلسلۂ خدام میں داخل ہوئے۔ اللّٰھم زد فزد ؛

لاہور میں ۱۰ ستمبر کی شام سے ۱۲ ستمبر کی صبح تک برابر ۳۶ گھنٹے خوب زور سے بارش ہوئی ہیضہ کی شکایت لاہور میں موجود ہے ؛

جاپانی مذہب مقدس اسلام کی تحقیق کی طرف راغب معلوم ہوتے ہیں ؛

مسمی جواہر نذر گرساکن جہلم نے اپنا چشمدید واقعہ بیان کیا ہے کہ غار اصحاب کہف ہو ضع خواجہ الالوت (ترکستان) سے نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ غار کے اندر نصف میل کے فاصلہ پر سیڑھیوں کے اوپر لکڑی کا جنگلا ہے۔ جس کے اندر بھورے رنگ کا ایک کتا صحیح الجسم آنکھیں کھولے بیٹھا ہے کتے سے پرے کچھ آدمی سوتے نظر آتے ہیں۔ جن کے اوپر چادر پڑی ہوئی ہے۔ اُن کے جسم کی ساخت میں کوئی نقصان نہیں پایا جاتا۔ ہر چند تحقیق کی گئی اسمیں کوئی دھوکہ نہیں خواجہ الالوت کے قریب ہی شہر دقیانوس کے آثار موجود ہیں۔ یہ جگہ روم و روس کی سرحد پر واقع ہے۔

مقاصد قواعد

اِس رسالہ کے ذریعہ علم تصوّف کی اشاعت کرنا۔

حضرات مشائخ کرام کی سوانحمریاں پبلک کے پیش کرنا۔ اور اُن کے اخلاق و آداب وغیرہ کی تعلیم دینا۔

جمیع سلاسل صوفیہ کرام کے اتحاد میں کوشش کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ رسالہ ہر قمری مہینے کے ابتدائی عشرہ میں لاہور سے شائع ہوگا۔

قیمت سالانہ عہ پیشگی مقرر ہے۔

اصحاب خط وکتابت صاف اور خوشخط پتہ لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

نمونہ کا پرچہ آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت ارسال ہوگا۔ بیرنگ خطوط واپس ہونگے۔

ہر ایک قسم کی خط وکتابت بنام حافظ ظفر علی ایڈیٹر رسالہ ہذا ہونی چاہئے۔ ایڈیٹر

رسید زر

منشی کرم حسین صاحب پٹواری ضلع گوجرانوالہ عہ سہہ ر

مولوی محمد بخش صاحب چشتی سرینگر عہ سہہ ر

مولوی عبد اللطیف صاحب گوالنڈ ضلع فریدپور عہ سہہ ر

شیخ محمد عمر بخش صاحب وکیل لاہور عہ

سید محمد علی صاحب مجسٹریٹ صوبہ اورنگ آباد عہ سہہ ر

ڈاکٹر نواب شاہ صاحب - کوہاٹ - عہ سہہ ر

جناب سید فلک شبیر صاحب سفید پوش جالندھر عہ سہہ ر

خان غدران خانصاحب ذیلدار سانگلہ عہ سہہ ر

ڈاکٹر عبد اللہ خاں صاحب مستونگ عہ سہہ ر

ملک جنگ بہادر صاحب رئیس ضلع اٹک - - عہ سہہ ر

خلیفہ محمد حسن صاحب جھجھر - - - عہ سہہ ر

منشی محمد صادق صاحب دینا نگر - - عہ سہہ ر

منشی احمد حسین خاں صاحب لاہور عہ

سید غلام علیشاہ صاحب صوبہ دار رخصتی جہلم عہ سہہ ر

بابو نہال احمد صاحب اور سیر پتوکی عہ سہہ ر

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب بارکھان بوسپان عہ سہہ ر

چودھری محمد حسن صاحب رئیس ضلع لائلپور عہ سہہ ر

حافظ نور محمد صاحب قصور - - - عہ